روزنامہ
ٹیلیفون نمبر 047-6213029 FR-10

الفضل

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

پیر 8 اگست 2011ء 7 رمضان 1432 ہجری 8 ظہور 1390 ہش جلد 61-96 نمبر 182

صحت کی ضمانت

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کی طرف وحی کی کہ بنی اسرائیل کے سرداروں کو بتادو کہ جو شخص بھی میری رضا کے لئے ایک روزہ رکھتا ہے میں اس کے جسم کو صحت مند کروں گا اور اس کا اجر بڑھاؤں گا۔

(کنز العمال جلد8 صفحہ 455 حدیث نمبر 23633)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے تا کہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شئے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کرسکتا ہے۔ تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کرسکوں یا نہ۔ اور اُس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

اگر خدا چاہتا تو..........کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے لئے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا۔ اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کردے۔ جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت درد دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزہ رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو تو خدا تعالیٰ ہرگز اسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔

یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں کرتا ہے کب اُس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جُو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکہ دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جُو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلّفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ تکلّفات کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس (تکلّف) کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے۔ مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص سے رکھتا ہے"۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 563-564 جدید ایڈیشن)

حضور اقدس کی طرف سے قارئین الفضل کو دعا کی تحریک

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 5 اگست 2011ء کے خطبہ جمعہ کے آخر پر اپنی والدہ حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

1913ء میں حضرت مصلح موعود نے الفضل جاری کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ام ناصر صاحبہ نے ابتدائی سرمائے کے طور پر اپنا کچھ زیور پیش کیا۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے میری بیوی کے دل میں اس طرح تحریک کی جس طرح خدیجہؓ کے دل میں رسول کریم کی مدد کی تحریک کی تھی۔ انہوں نے اس امر کو جانتے ہوئے کہ اخبار میں روپیہ لگانا ایسا ہی ہے جیسے کنویں میں پھینک دینا اور خصوصاً اس اخبار میں جس کا جاری کرنے والا محمود ہو (یہ بھی ایک عاجزی تھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی) جو اس زمانے میں شاید سب سے بڑا مذموم تھا۔ آپ نے اپنے دو زیور مجھے دے دیئے کہ میں ان کو فروخت کر کے اخبار جاری کردوں۔ ان میں سے ایک تو ان کے اپنے کڑے تھے سونے کے اور دوسرے ان کے بچپن کے کڑے سونے کے تھے جو انہوں نے اپنی اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم کے استعمال کیلئے رکھے ہوئے تھے۔ میں زیورات کو لے کر اسی وقت لاہور گیا اور پونے پانچ سو میں وہ دونوں کڑے فروخت ہوئے اور اس سے پھر یہ اخبار جاری ہوا الفضل۔

قارئین الفضل حضرت مصلح موعود کی اس پیاری بیٹی اور میری والدہ کو بھی الفضل پڑھتے ہوئے دعاؤں میں یاد رکھیں کہ الفضل کے اجراء میں گو بے شک شعور رکھتے ہوئے تو نہیں لیکن اپنے ماں باپ کے ساتھ آپ نے بھی حصہ لیا اور یہ الفضل جو ہے، آج انٹرنیشنل الفضل کی صورت میں بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا چلا جائے اور ان کی دعائیں ہمیشہ ہمیں پہنچتی رہیں۔

مشعل راہ

روزہ آگ سے بچانے والی ڈھال ہے

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ 15؍اکتوبر 2004ء میں حضرت مسیح موعود کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

نضر بن شیبان کہتے ہیں کہ مَیں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ آپ مجھے ایسی بات بتائیے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے ماہ رمضان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہو۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ ہاں مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ’’اللہ تبارک وتعالیٰ نے رمضان کے روزے رکھنا تم پر فرض کئے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام جاری کر دیا ہے۔ پس جو کوئی ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اس میں روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔‘‘ یعنی بالکل معصوم بچے کی طرح۔

(سنن نسائی ـ کتاب الصیام باب ذکر اختلاف یحی بن ابی کثیر و النضر بن شیبان فیه)

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ایک ڈھال اور آگ سے بچانے والا ایک مضبوط قلعہ ہے۔‘‘

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحه 402 مطبوعه بیروت)

یہ قلعہ تو ہے لیکن اس ڈھال کے پیچھے اور اس قلعہ کے اندر کب تک اس قلعے میں حفاظت ہوتی رہے گی، کب تک محفوظ رہو گے اس کی وضاحت ایک اور روایت میں کر دی کہ جب تک اس کو جھوٹ یا غیبت کے ذریعے سے پھاڑ نہیں دیتے۔ تو رمضان میں روزوں کی جو برکتیں ہیں اسی وقت حاصل ہوں گی جب یہ چھوٹی چھوٹی برائیاں بھی جو بعض بظاہر چھوٹی لگ رہی ہوتی ہیں، آدمی معمولی سمجھ رہا ہوتا ہے ہر قسم کی برائیاں بھی ختم نہیں کرتے۔ ان میں بہت بڑی برائی جو ہے جس کو آدمی محسوس نہیں کرتا وہ جھوٹ ہے۔ اگر جھوٹ بول رہے ہو تو اس ڈھال کو پھاڑ دیتے ہو۔ لوگوں کی غیبت کر رہے ہو چغلیاں کر رہے ہو، پیچھے بیٹھ کے ان کی باتیں کر رہے ہو تو یہ بھی تمہارے روزے کی ڈھال کو پھاڑنے والی ہیں۔ تو روزہ اگر تمام لوازمات کے ساتھ رکھا جائے تو ڈھال بنے گا۔ ورنہ دوسری جگہ فرمایا پھر تو یہ روزہ صرف بھوک اور پیاس ہی ہے جو آدمی برداشت کر رہا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں روزے کو تمام شرائط کے ساتھ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور خالصتہً اللہ تعالیٰ کی خاطر روزے رکھنے والے ہوں نہ کہ دنیا کے دکھاوے کے لئے۔ کوئی نفس کا بہانہ ہمارے روزے رکھنے میں حائل نہ ہو اور اس مہینے میں اپنی عبادتوں کو بھی زندہ کرنے والے ہوں۔ اللہ توفیق دے۔ اور جب نیکیوں کے راستے پر اس رمضان میں چلیں یہ بھی اس رمضان میں دعائیں کرتے رہنا چاہئے کہ نیکیاں رمضان کے ختم ہونے کے ساتھ ختم نہ ہو جائیں بلکہ ہمیشہ ہماری زندگیوں کا حصہ بنی رہیں۔ اور ہم میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے پیاروں میں شامل ہو، اس کا پیار حاصل کرنے والا ہو اور ہمیشہ اس کی پیار کی نظر ہم پر پڑتی رہے۔ اور یہ رمضان ہمارے لئے، جماعت کے لئے غیر معمولی فتوحات لانے والا ہو۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔

(روزنامہ الفضل 11/اکتوبر 2005ء)

دعاؤں بھرا کشکول

(حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کے سانحہ ارتحال پر)

جب خبر رحلت کی آئی تو سبھی کو یوں لگا
فیض کا سیلِ رواں تھا جو اچانک رک گیا

بارشِ انوار کی وہ اک صدی شاہد رہی
قدرتِ ثانی کے سب جلووں کی وہ زندہ گواہ

پیکرِ حُسنِ عبادت، منبعِ لطف و کرم
خوبیاں اس ذات کو بخشیں خدا نے بے بہا

زندگی اس کی دعاؤں کا بھرا کشکول تھا
جاری و ساری رہے گا فیض کا چشمہ سدا

فیض اس ماں کا سدا جاری رہے گا بالیقیں
جس کا بیٹا کشتیٔ دینِ متیں کا ناخدا

تیرے غفراں اور رضا کی ہر گھڑی طالب رہی
اپنی بندی کو خدایا! مغفرت کی دے ردا

لاجرم کوئی نہیں جو ہو سکے ماں کا بدل
اے خدا! پر ذات ہے تیری سبھی کا آسرا

ہے ہمالہ صبر کا غمگیں ترا مسرور ہے
اس کو اپنی گود لے اور شاد رکھ صبح و مسا

عطاء المجیب راشد

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ
مطبع: ضیاء الاسلام پریس
مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ
قیمت 5 روپے

محترم حافظ مظفر احمد صاحب

غزوات میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی اور بیدار مغزی

(قسط اول)

ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بہترین قائد اور رہنما کی تمام اعلیٰ خصوصیات اپنے اندر رکھتے تھے۔

قیادت کی یہ بہترین خوبی آپؐ نے عملی نمونہ سے ثابت کر دکھائی کہ قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔ آپؐ ایک بہترین جرنیل اور انتہائی شجاع اور بہادر تھے اور ہر پرخطر اور مشکل مقام میں خود آگے ہوتے تھے۔ جہاں بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اکھڑ جاتے تھے آپ اس مشکل میدان میں بھی ثابت قدم رہتے تھے۔ آپؐ نے جس حالت مظلومیت میں تیرہ سال مکی دور میں دشمن کے مظالم پر صبر اور عفو کی تعلیم دیتے ہوئے گزارے۔ آپؐ مذہبی آزادی کے قیام، عبادت گاہوں کی حرمت اور امن کی خاطر وطن سے بے وطن ہوئے مگر پھر بھی آپؐ پر جنگ مسلط کر دی گئی۔ اس وقت مسلمان دشمن کے ساتھ مقابلہ کے لئے اپنی کم تعداد اور بے سروسامانی کے باعث ذہنی لحاظ سے قطعاً تیار نہ تھے۔ پہلی جنگ کے موقع پر بھی دراصل آپؐ اور آپؐ کے ساتھی اس تجارتی قافلہ کو روکنے کے لئے نکلے تھے جس کا منافع جنگی مقاصد میں استعمال ہونا تھا اور جس کی حفاظت کے لئے مکہ سے آنے والے لشکر سے اچانک بدر میں مقابلہ ہوگیا۔ پُرامن مسلمانوں کی اس وقت کی قلبی کیفیت کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ کہ ’’تم چاہتے تھے کہ جس (گروہ) کے پاس ہتھیار نہیں ہیں اس سے تمہاری مڈھ بھیڑ ہو اور اللہ چاہتا تھا وہ حق کو اپنے کلمات کے ذریعہ پورا کردے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے‘‘۔

(الانفال:8)

رسول اللہؐ نے ان حالات میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی بشارتوں کے مطابق مومنوں کو اپنے دفاع کے لئے جنگ کی ترغیب دلاتے ہوئے خوشخبری دی کہ اگر تم میں بیس ثابت قدم رہنے والے ہوئے تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے اور ایک سو ثابت قدم رہنے والے ہوئے تو وہ ایک ہزار پر غالب آئیں گے۔

(الانفال:66)

رسول اللہؐ دعاؤں اور بشارتوں کے بعد خدا تعالیٰ کے وعدوں پر کامل یقین اور بھروسہ رکھتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو ان مشکل اور پُرخطر مقامات کے لئے تیار کرتے تھے۔ چنانچہ غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ پر تیار کرنے کے لئے جو مؤثر خطاب آپؐ نے فرمایا اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’جب تو مومنوں سے کہہ رہا تھا کہ کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہ ہوگی کہ تمہارا رب آسمان سے نازل کئے ہوئے تین ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کرے۔ بلکہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ کافر تم پر اسی دم چڑھ آئیں تو تمہارا رب پانچ ہزار سخت حملہ کرنے والے فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات تمہارے لئے خوشخبری کے طور پر اور اس لئے کہ تمہارے دل اس کے ذریعہ سے اطمینان پائیں مقرر کی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کافروں کے ایک حصہ کو کاٹ دے یا انہیں ذلیل کردے تاکہ وہ ناکام واپس جائیں۔ ورنہ مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے جو غالب اور حکمت والا ہے‘‘۔

(آل عمران:125تا128)

اور پھر واقعہ میں ایسا ہی ہوا کہ 313 نہتوں سے ایک ہزار کا مسلح لشکر کفار میدان بدر میں شکست فاش کھا گیا۔ دشمن کے ستر جنگجو مارے گئے جن میں سے 24 بڑے بڑے سردار تھے۔

غزوۂ احد میں بھی رسول اللہؐ نے میدان جنگ میں آگے آگے ایک ماہر قائد لشکر کی طرح خود صف بندی کروائی اور میمنہ ومیسرہ خود مقرر فرمایا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’جب تو صبح صبح اپنے اہل کے پاس سے نکل کر صبح صبح اس لئے گیا تھا کہ مومنوں کو جنگ کیلئے ان کی مقررہ جگہوں پر بٹھادے اور اللہ تیری دعائیں بہت سننے والا اور خوب جاننے والا ہے‘‘۔

(آل عمران:122)

الغرض رسولؐ اللہ نے دفاعی جنگوں کے لئے کمال حکمت سے اپنے کمزور اور تعداد میں کم بے سروسامان ساتھیوں کو ایک طاقتور مسلح قوم کے مقابلہ کے لئے تیار کیا اور ان پر فتح پائی۔ اس میں بے شک اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اور دعاؤں کا کمال بھی تھا۔ جس کی برکت سے وہ حکمت عملی آپ کو عطا ہوتی تھی۔ جو ہر موقع جنگ پر آپؐ نے اختیار فرمائی۔ آپؐ کو خوب ادراک تھا کہ جنگ دھوکہ ہوتی ہے اور اس میں باریک حیلہ اور لطیف تدبیر کے ذریعہ فتح حاصل کی جاسکتی ہے رسولؐ اللہ کے غزوات میں ایسی عمدہ تدابیر اور کامیاب حکمت عملی کے بہت خوبصورت نظارے نظر آتے ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر یہاں حسب موقع ہوگا۔

دشمن کی نقل وحرکت سے باخبر رہنے کی منصوبہ بندی

جنگ میں قائد لشکر کا دشمن کی نقل وحرکت اور اس کے منصوبوں سے باخبر ہونا بہترین حکمت عملی ہے جسے بجاطور پر آدھی فتح کہا جاتا ہے۔ رسولؐ اللہ اس کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔

غزوۂ بدر میں پہلے دن پڑاؤ کے وقت رسولؐ اللہ نے اپنے چند معتمد اصحاب کو مشرکین کی خبر معلوم کرنے کے لئے بدر کے چشمہ کی جانب بھجوایا۔ مسلمانوں کا غالب گمان یہی تھا کہ ابوسفیان کے قافلہ سے ان کی مڈھ بھیڑ ہوگی۔ مکہ سے اس کی حفاظت کیلئے آنے والے لشکر سے مقابلہ کا ارادہ نہیں تھا۔ یہ صحابہ چشمۂ بدر سے قریش کے ایک غلام کو پکڑ لائے اور اس سے پوچھ گچھ شروع کی۔ رسولؐ اللہ نماز پڑھ رہے تھے۔ غلام نے بتایا کہ وہ مکہ آنے والے ابوجہل کے لشکر کے ساتھ تھا اور پانی لینے نکلا ہے، مسلمانوں کو یہ بات اچھی نہ لگی وہ اس سے بار بار ابوسفیان کے قافلہ کا پوچھتے، وہ کہتا مجھے اس کا علم نہیں۔ جب مارا پیٹا جاتا تو کہتا ’’اچھا میں ابوسفیان کے بارہ میں بتاتا ہوں‘‘۔ چھوڑنے پر پھر کہہ دیتا کہ میں ابوجہل کے لشکر کے ساتھ ہوں۔ رسولؐ اللہ نے نماز سے فارغ ہوکر فرمایا کہ ’’جب وہ سچ بولتا ہے تم اسے مارتے ہو جب جھوٹ بولتا ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہو‘‘۔ پھر رسولؐ اللہ نے کمال حکمت سے اس سے کچھ معلومات اخذ کیں۔ آپؐ نے پوچھا کہ قریش کی تعداد کیا ہے؟ اس نے کہا بہت زیادہ۔ معین تعداد پوچھی تو کہا ’’معلوم نہیں۔‘‘ آپؐ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ کہنے لگا کبھی نو اور کبھی دس۔ آپؐ نے کیا خوب اندازہ فرمایا کہ ’’یہ لوگ نوسو سے ایک ہزار تک ہیں۔‘‘ لشکر کی واقعی یہی تعداد تھی۔ پھر آپؐ نے پوچھا لشکر میں کون لوگ شامل ہیں۔ اس نے تمام بڑے بڑے سرداران عتبہ، شیبہ، ابوجہل، امیہ بن خلف، ابوالبختری، حکیم بن حزام، نضر بن حارث، سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود کے نام لئے، قبل اس کے کہ مسلمان ان سورماؤں سے مرعوب ہوتے۔ رسول اللہؐ نے ایک بات سے ہی سب اثر زائل کر کے ان کے حوصلے بڑھا دیئے۔ آپؐ نے فرمایا ’’لو مکہ نے اپنے جگر گوشے تمہارے سامنے لا ڈالے ہیں‘‘ اور پھر واقعی یہی ہوا۔ قریش کے چیدہ چیدہ چوبیس سردار اس روز مارے گئے۔

(ابن ہشام جلد2 ص255)

غزوۂ بدر کے موقع پر اپنے اخفائے اسلام کی وجہ سے حضرت عباسؓ کو بھی کفار مکہ کے لشکر میں مجبوراً شامل ہونا پڑا تھا۔ رسولؐ اللہ اس سے بھی باخبر تھے۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ بنی ہاشم کے کچھ لوگ بشمول حضرت عباس مجبوراً جنگ کے لئے نکالے گئے ہیں۔ ہمیں ان سے جنگ کرنے یا مارنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت عباسؓ کے بدر میں قید ہونے پر ان کے ساتھ تمام قیدیوں کی مشکیں ڈھیلی کرنے اور حضرت عباسؓ کے اقرار اسلام کے باوجود بطور عام قیدی فدیہ وصول کرنے میں بھی یہ حکمت عملی کارفرما تھا کہ ان کے اخفائے اسلام کا راز فاش نہ ہو جائے۔

(ابن سعد جلد4 ص9 تا14)

حضرت عباسؓ کو مکّہ رکھنے کی حکمت عملی کی برکت تھی کہ غزوہ احد سے پہلے انہوں نے مکہ سے بنی غفار کے ایک شخص کے ہاتھ خط دے کر رسولؐ اللہ کو کفار کے تین ہزار کے لشکر کے حملہ آور ہونے کی فوری اطلاع کروائی تھی جس کے نتیجہ میں مدینہ اچانک حملہ سے محفوظ رہا اور اہل مدینہ نے بروقت تیاری کے ساتھ باہر نکل کر کفار سے مقابلہ کیا۔ (الواقدی جلد1 ص203)

اسی طرح غزوہ خیبر میں مسلمانوں کی شکست کی جھوٹی خبر مکہ میں مشہور ہو جانے پر حضرت عباسؓ رسولؐ اللہ کی احوال پرسی کے لئے مکہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے اور رسولؐ اللہ سے ملاقات کر کے خود فتح کی خبر سن کر وہ مطمئن ہوئے بلکہ مال غنیمت سے بھی حصہ پایا۔ اس طرح فتح مکہ سے قبل مکہ سے نکل کر رسولؐ اللہ کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے اور آپؐ سے خاتم المہاجرین کا خطاب پایا۔ جس میں اشارہ تھا کہ رسولؐ اللہ کے حکم پر ان کا مکہ میں رہ کر مسلمانوں کے مفاد کے لئے خدمات بجالانا دوسروں کی ہجرت سے بڑھ کر ثواب واجر رکھتا ہے۔

(ابن سعد جلد4 صفحہ 18، سیرت الحلبیہ جلد3 صفحہ 90)

رسول کریمؐ کا فراہمی اطلاعات کا نظام اتنا مضبوط اور مکمل تھا کہ غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کے حلیف خزاعہ قبیلہ کی طرف سے لشکر کفار کی پیشگی اطلاع کے نتیجہ میں ہی مسلمان اپنے دفاع کے لئے بروقت خندق کی تیاری کر سکے تھے۔

غزوۂ خیبر میں بھی دشمن کی اطلاعات حاصل کرنے کے عمدہ انتظام تھے۔ آخری قلعہ کی فتح سے پہلے حضرت عمرؓ کے ذریعہ یہودی جاسوس کی گرفتاری اور اس سے حاصل ہونے والی معلومات بہت ممدّ اور مفید ثابت ہوئی تھیں۔ اس سے دشمن کا ذخیرہ ختم ہونے اور یہود کی پست ہمتی کی اطلاع سے مسلمانوں کے حوصلے بھی بلند ہوئے اور دشمن کے کئی کمزور پہلو بھی سامنے آئے۔

مکہ کی عظیم الشان تاریخی فتح میں بھی کشت و خون سے بچاؤ کا سبب مسلمانوں کے نظام اطلاعات کا مؤثر ہونا اور دشمن کے اطلاعی نظام کا ناقص ہونا تھا۔ دس ہزار کا لشکر مکہ کے سر پر آن پہنچا اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔ سرداران قریش رات کو شہر کی سرحدوں پر معمول کی گشت پر نکلے تو حضرت عمرؓ کے گشتی دستہ نے سردار مکہ ابوسفیان کو گرفتار

کرکے رسول اللہؐ کی خدمت میں پیش کردیا۔ پھر اس کی خواہش پر یہ اعلان بھی کر دیا گیا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے اسے بھی امان ہوگی۔ جس کے بعد مسلمان مختلف اطراف سے پر امن طور پر مکہ میں داخل ہوگئے۔

غزوات میں سپاہیوں کی حوصلہ افزائی اور دلداری

دینی اور قومی سطح پر بے لوث خدمت گاروں اور تعاون کے جذبہ سے سرشار ہوکر کام کرنے والوں کے لئے حوصلہ افزائی بھی ایک اہمیت رکھتی ہے۔

رسول اللہؐ جنگ میں بھی جہاں اپنے صحابہ کی دلداری کا خیال رکھتے تھے، وہاں راہِ خدا میں جان کی قربانی پیش کرنے والوں کا بہت اعزاز فرماتے تاکہ آئندہ قربانی کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مہم سے پسپا ہوکر ہمیں واپس مدینہ آنا پڑا۔ فجر کی نماز میں رسول اللہؐ سے ملاقات کرکے ہم نے اپنے کئے پر پشیمانی اور معذرت کا اظہار کیا تو آپؐ نے ہمارے حوصلے بڑھاتے ہوئے فرمایا ”تم بھگوڑے نہیں ہو بلکہ تازہ دم ہوکر دشمن پر دوبارہ حملہ کرنے والے ہو“۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے والہانہ جذبہ سے سرشار آگے بڑھ کر رسول اللہؐ کے ہاتھوں کو چوم لیا۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد باب 106)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان فرماتے تھے کہ احد کے دن رسول کریم ﷺ فرماتے تھے کہ ”اے سعدؓ! تیر چلاؤ۔ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں“۔

میدان احد میں تیر بانٹنے والا جب اپنا ترکش لے کر رسول اللہؐ کے پاس سے گزرتا تو آپؐ فرماتے' ارے! ابوطلحہ کے لئے تیر پھیلا دو۔ یہ ابوطلحہ کی حوصلہ افزائی تھی جو پوری ہمت سے دشمن کے آگے سینہ سپر تھے۔

(بخاری کتاب المغازی باب 14)

غزوہ خیبر میں جب ایک صحابی حضرت عامر یہودی سردار مرحب سے مقابلہ کرتے ہوئے اپنی تلوار کے کاری زخم سے جانبر نہ ہوسکے تو بعض لوگوں نے عامرؓ کی شہادت کو خودکشی گمان کیا۔ عامرؓ کے بھتیجے حضرت سلمہ بن الاکوعؓ بہت غمگین تھے۔ رسول اللہؐ دیکھ کر بھانپ گئے اور ان سے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے اپنے چچا عامرؓ کے بارہ میں لوگوں کے خیال کا ذکر کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جس نے بھی یہ کہا غلط کہا ہے۔ پھر آپؐ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر فرمایا ”عامر کیلئے دوہرا اجر ہے۔ وہ تو جہاد کرنیوالا ایک عظیم الشان مجاہد تھا“۔

(بخاری کتاب المغازی باب 36)

غزوۂ احد میں دور اندیشی

تمام غزوات النبیؐ میں ہی رسول اللہ ﷺ کی قائدانہ صلاحیتوں، حکمت عملی اور فراست و بصیرت کا بھی کھل کر اظہار ہوا۔ غزوۂ احد کے موقع پر جب آپؐ نے مدینہ سے باہر نکل کر دشمن سے مقابلہ کا ارادہ فرمایا تو ایک طرف شہر کو دشمن سے حفاظت کی خاطر اپنے پیچھے رکھا تو دوسری طرف احد پہاڑ کی آڑ لیکر اُسے ڈھال بنایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کی نظر اس پہاڑی درّے پر پڑی جہاں سے دشمن کے حملے کا خطرہ ہوسکتا تھا۔ آپؐ نے وہاں پچاس تیرانداز حضرت عبداللہؓ بن جُبیر کی سرکردگی میں مقرر فرمائے اور انہیں ہدایات دیتے ہوئے موقع کی نزاکت دیکھ کر یہاں تک فرمایا کہ ”اگر تم دیکھو کہ پرندے ہماری لاشوں کو اچک رہے ہیں پھر بھی تم نے درّہ نہیں چھوڑنا سوائے اس کے کہ میرا پیغام تمہیں پہنچے“ بعد کے حالات سے ظاہر ہے کہ اسی ہدایت کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت تکلیف اور نقصان اٹھانا پڑا۔

(بخاری کتاب المغازی باب 14)

غزوۂ اُحد میں درّہ کو خالی پاکر دشمن کے حملہ کے نتیجہ میں کئی مسلمان شہید ہوچکے تھے اور دشمن کے حملہ کا سارا زور نبی کریمؐ اور آپؐ کے بزرگ اصحاب پر تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہؐ کی شہادت کی خبر مشہور ہوگئی اس دوران رسول اللہ ﷺ نے خاموشی کی حکمت عملی اختیار فرمائی تاکہ اسلامی قیادت اور باقی مسلمانوں کی حفاظت کی جاسکے۔

حضرت کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے میں نے رسول اللہؐ کو (درّہ میں خود پہنے) پہچان کر کہا یہ رسول اللہؐ ہیں۔ نبی کریمؐ نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر از راہ مصلحت اپنی زرہ مجھے پہنائی اور میری زرہ خود پہن لی۔ مجھ پر حملہ کرنے والا یہی سمجھتا تھا کہ وہ رسول اللہؐ پر حملہ کررہا ہے۔ اس موقع پر جب ابوسفیان نے خوشی کے نعرے لگائے کہ ہم نے محمد ﷺ کو قتل کردیا۔ ابوبکرؓ کو قتل کردیا تو رسول اللہؐ نے اسی حکمت عملی کی بناء پر مسلمانوں کو نعروں کا جواب دینے سے روک دیا گیا۔ البتہ بعد میں کفار مشرکانہ تعلّی کے نعروں کے جواب میں توحید کے نعرے خود لگوائے۔

(مجمع الزوائد ہیثمی جلد 6 ص 112)

غزوہ احد سے واپسی پر ابوسفیان کو خیال آیا کہ نہ تو اس جنگ میں کوئی قیدی بنائے نہ ہی مال غنیمت لوٹا مکہ جاکر کیا منہ دکھائیں گے اور اس نے مدینہ پر دوبارہ حملہ کا ارادہ کیا۔ رسول اللہؐ کو پتہ چلا تو آپؐ نے لشکر ابوسفیان کا تعاقب کرنے کا ارادہ فرمایا۔ ادھر حالت یہ تھی کہ ستر مسلمان شہید ہو چکے، باقی اکثر زخمی تھے۔ بظاہر ایک جیتے ہوئے لشکر کے تعاقب کا ارادہ مسلمانوں کیلئے بھاری امتحان تھا۔ لوگ متذبذب تھے۔ تب رسول اللہؐ نے دوٹوک الفاظ میں اپنے اس عزم کا یوں اظہار فرمایا کہ ”اگر دشمن کے تعاقب کیلئے ایک شخص نے بھی میرا ساتھ نہ دیا تو میں تن تنہا ابوسفیان کے تعاقب کو جاؤں گا اور ضرور جاؤں گا۔ پھر کیا تھا وہ صحابہ بھی جو زخموں سے نڈھال تھے لبیک کہتے ہوئے اس مہم کیلئے یوں دیوانہ وار تیار ہوگئے کہ عرش کے خدا نے بھی ان کی تعریف کی۔

(بخاری کتاب المغازی باب 23, عمدۃ القاری شرح بخاری جلد 17 ص 162)

غزوہ احزاب میں حکمت عملی

5ھ میں یہود مدینہ کی سازش کے نتیجہ میں ابوسفیان تمام عرب قبائل کو جنگ کے لئے آمادہ کرکے دس ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیلئے تیار ہوکر چلا تو مسلمانوں کے حلیف بنوخزاعہ نے ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعہ مدینہ اطلاع کردی۔ رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب سے مشاورت کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے کے مطابق مدینہ کے شمال میں جہاں سے حملہ کا خطرہ ہوسکتا تھا ایک خندق تیار کروانے اور محصور ہوکر اپنے دفاع کا فیصلہ فرمایا۔ کیونکہ مدینہ کے مشرق و مغرب میں پتھریلے میدان اور جنوب میں کھجور کے باغات اور عیر پہاڑ کی روک موجود تھی۔ محدود وقت میں شمالی جانب ایک طویل خندق کی کھدائی بہت کٹھن کام تھا۔ لیکن رسول اللہؐ کی فراست و بصیرت اور دعاؤں سے یہ کام آسان ہوگیا۔ آپؐ نے دس دس افراد کی ٹولیوں کے ذمہ 40 فٹ خندق کی کھدائی لگائی اور بنفس نفیس موقع پر اس کی نشاندہی فرمائی۔ (مستدرک جلد 3 ص 598)

منافقین حسب معمول مختلف حیلوں بہانوں سے اس بامشقت کام میں شریک نہ ہوئے۔ آنحضرتؐ مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور ترغیب کی خاطر خود کھدائی کے کام میں شریک ہوکر مٹی ڈھوتے رہے اور مسلسل دن رات ایک کرکے فاقہ کی حالت میں بھی اپنے انصار مہاجرین کے حوصلے بڑھانے کیلئے رجزیہ اور دعائیہ اشعار پڑھتے ہوئے بظاہر یہ کٹھن اور ناممکن کام چھ سے نو دن میں مکمل کر ڈالا۔ (ابن سعد جلد 2 ص 66)

جس میں کل 5544 میٹر (18189 فٹ) طویل اوسطاً 15 فٹ (4.6 میٹر) چوڑی اور 10.5 فٹ (3.2 میٹر) گہری خندق تیار کرلی گئی۔ مسلمانوں نے خندق کی مٹی شہر مدینہ کی جانب نکال کر اتنی ہی اونچی حفاظتی دیوار بھی اپنے اور دشمن کے درمیان حائل کردی۔

ادھر کفار کے لشکر اس دفعہ مدینہ کو تر نوالہ سمجھتے ہوئے شہر کو فتح کرنے کے خواب دیکھتے ہوئے آئے تو اچانک اپنے اور اس کے درمیان خندق حائل پاکر دنگ رہ گئے۔ کیونکہ عربوں میں ایسی تدبیر کا رواج نہیں تھا۔ پھر انہوں نے ناچار خندق کے سامنے ہی پڑاؤ کیا اور اس کے نسبتاً تنگ مقامات سے حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور بالآخر محاصرہ ناکام ہوجانے اور دیگر غذائی مسائل نیز سردی کی شدت اور اچانک آندھی وغیرہ کے باعث انہیں پسپا ہوکر لوٹنا پڑا۔

(ابن سعد جلد 2 ص 67)

حفاظت مدینہ اور گشتی دستوں کی حکمت عملی

ہجرت مدینہ کے بعد سے مسلمانوں کو شمال سے اہل مکہ کے حملہ کا مستقل خطرہ رہتا تھا تو جنوب سے یہود خیبر کا۔ شروع میں مدینہ کے اردگرد کے قبائل بھی مسلمانوں کے حلیف نہیں بنے تھے۔ اس لئے مسلمانوں کو پہرہ کے سخت حفاظتی اقدامات کرنا پڑتے تھے۔ صحابہ کہا کرتے تھے کہ کوئی ایسا وقت بھی آئے گا جب ہم امن سے سوسکیں گے۔

صلح حدیبیہ تک مسلمانوں کو باخبر رہنے اور اردگرد کے قبائل پر اپنے دفاع کی خاطر دھاک بٹھانے کے لئے مختلف اطراف میں مہمات بھجوانے کی ضرورت رہتی تھی۔ خصوصاً ان علاقوں میں جہاں کفار مکہ کے حلیف قبائل آباد تھے۔ تاکہ وہ اپنے علاقوں میں مسلمانوں کی موجودگی محسوس کرتے ہوئے انہیں چوکس پاکر مدینہ پر حملہ کی جرأت نہ کرسکیں۔ چنانچہ بعض قبائل تو مدینہ کی کھجور کی گٹھلیاں اپنے گردونواح میں پاکر اپنے علاقہ میں مسلمان دستوں کی موجودگی کا اندازہ کرکے بجائے حملہ کے اپنے دفاع پر مجبور ہوجاتے تھے۔ اس حکمت عملی کا مدینہ کے دفاع کے علاوہ بھی بہت فائدہ ہوا۔ اور بعض دشمن قبائل بھی صلح یا قبول اسلام پر آمادہ ہوگئے۔

مسلمانوں کا ایک گھڑ سوار گشتی دستہ نجد کی مہم سے اپنے مخالف قبیلہ بنی حنیفہ کے ایک سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کرکے لے آیا۔ اسے مسجد نبوی میں ایک ستون کے ساتھ باندھ کر قید رکھا گیا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کا طریق نماز اور دیگر اخلاق و اطوار وغیرہ دیکھ لے۔ رسول اللہؐ نے ثمامہ سے پوچھا کہ تم سے کیا معاملہ کیا جائے؟ اس نے کہا آپؐ احسان کرنے والے ہیں۔ حسن سلوک کریں گے تو ایک شکرگزار انسان کے ساتھ یہ معاملہ کریں گے اور اگر قتل کریں گے تو میرا قبیلہ انتقام لے گا اور اگر آپؐ کو مجھے چھوڑنے کے عوض کوئی مال چاہئے تو مطالبہ پیش کریں۔ رسول اللہؐ نے مزید سوچنے کا موقع دینے کے لئے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ اگلے روز پھر نبی کریمؐ نے اس سے وہی سوال کیا۔ وہ بولا میرا وہی جواب ہے جو میں پہلے دے چکا ہوں۔ تیسرے روز رسول اللہؐ

نے پھر اس سے وہی سوال پوچھا وہ کہنے لگا کہ میں جواب دے چکا ہوں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ بغیر کسی معاوضہ کے اسے آزاد کردیا جائے۔ ثمامہ رسولؐ اللہ کے حسن سلوک، مسلمانوں کی پنجوقتہ عبادت، اطاعت اور وحدت کے نظارے دیکھ کر اس قدر متاثر ہو چکا تھا کہ آزاد ہوتے ہی قریب کے نخلستان میں گیا، غسل کرکے واپس مسجد نبوی میں آیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔ پھر کہنے لگا ''اے محمدؐ! آپؐ کا چہرہ روئے زمین پر میرے لئے سب سے زیادہ قابل نفرت تھا مگر آج آپؐ مجھے دنیا میں سب سے پیارے ہیں۔ خدا کی قسم کوئی مذہب مجھے آپؐ کے مذہب سے زیادہ ناپسندیدہ نہ تھا مگر آج آپؐ کا دین اسلام مجھے تمام دینوں سے زیادہ پیارا ہو چکا ہے۔ خدا کی قسم کوئی شہر آپؐ کے شہر سے زیادہ میرے لئے قابل نفرت نہ تھا۔ مگر آج آپؐ کا شہر مجھے سب سے زیادہ محبوب ہو چکا ہے۔ آپؐ کے دستہ نے جب مجھے گرفتار کیا تو میں عمرہ کے ارادہ سے جارہا تھا۔ اب فرمائیں میرے لئے کیا حکم ہے؟'' نبی کریمؐ نے اس پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے ثمامہؓ کو دنیا و آخرت کی بھلائی کی بشارت دی اور عمرہ کا ارادہ پورا کرنے کی ہدایت فرمائی۔ وہ مکہ پہنچے۔ کسی نے کہہ دیا تم بھی صابی ہوگئے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں میں مسلمان ہوکر محمد رسولؐ اللہ پر ایمان لایا ہوں اور کان کھول کر سن لو! خدا کی قسم تمہارے پاس میرے علاقہ یمامہ سے غلہ کا ایک دانہ نہیں آئے گا جب تک نبی کریم ﷺ اس کی اجازت عطا نہ فرمائیں۔ (بخاری کتاب المغازی باب 66)

بعد میں کفار قریش نے رسولؐ اللہ کی سفارش کروائی تو ثمامہ نے ان کا غلہ کھول دیا۔

واقعہ افک میں رسولؐ اللہ کی فراست وبصیرت کا اظہار

انسان کی صلاحیتیں اور اخلاق ابتلاء کے وقت خوب کھل کر سامنے آتے ہیں۔ رسولؐ اللہ کی قومی زندگی پر آنے والے ابتلاؤں کے ذکر کے ساتھ مناسب ہوگا کہ آپ کی ذات پر آنے والے ایک شدید ابتلاء میں (جو کسی زلزلہ سے کم نہیں تھا) آپؐ کی حکمت و دانش اور فراست و بصیرت کے اظہار کا ذکر کیا جائے۔ جس کا تعلق آپ کی عزیز ترین بیوی حضرت عائشہؓ بنت حضرت ابو بکرؓ پر لگنے والے ایک جھوٹے الزام سے ہے۔ جس نے ایک ماہ کے لئے رسولؐ اللہ، آپ کے اہل بیت اور عشّاق بلکہ پورے شہر مدینہ پر ایک زلزلہ طاری کئے رکھا۔ بات اتنی سی تھی کہ غزوۂ بنومصطلق سے واپسی پر ایک پڑاؤ میں حضرت عائشہؓ علی الصبح قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئیں تو ان کے گلے کا ہار کہیں کھو گیا جس کی تلاش میں اتنی دیر ہوگئی کہ قافلہ کے لوگ (یہ خیال کرکے کہ حضرت عائشہؓ اپنے ہودج میں ہیں) ہودج اونٹ پر رکھ کر روانہ ہوگئے۔ حضرت عائشہؓ بعد میں ایک صحابی صفوانؓ (جن کی قافلے کے پیچھے نگرانی کرتے ہوئے آنے کی ڈیوٹی تھی) کے ساتھ دوپہر کو قافلہ سے آملیں۔ عبداللہ بن ابی کو اپنی بدطینتی سے بدگمانی کا موقع مل گیا اور اس نے حضرت عائشہؓ پر الزام تراشی شروع کردی۔ کئی دیگر سادہ لوح بھی اس رَو میں بہہ گئے۔ اس تمام عرصہ میں رسولؐ اللہ نے باوجود حکومت و طاقت کے نہ تو اشتعال میں آکر اپنی معصوم بیوی پر الزام لگانیوالوں کے خلاف کوئی انتہائی اقدام کیا جیسا کہ ایسے موقع پر بالعموم دنیا میں ہوتا ہے اور نہ ہی حضرت عائشہؓ سے کوئی استفسار تک ہی مناسب جانا۔ حالانکہ صورتحال کی نزاکت کے پیش نظر اور ناموس رسولؐ کی خاطر بعض اصحاب حضرت عائشہؓ کو طلاق دینے کا مشورہ دے چکے تھے۔ مگر آپؐ نے حضرت عائشہؓ یا ان کے والدین سے اس واقعہ کا ذکر کرنا بھی گوارہ نہ کیا تا کہ انہیں کوئی جذباتی تکلیف نہ ہو حتیٰ کہ کافی دنوں تک خود حضرت عائشہؓ سرے سے اس جھوٹے اور من گھڑت قصہ سے ہی بے خبر رہیں اور رسولؐ اللہ اپنے مولیٰ کی رہنمائی کے منتظر رہے۔

پھر جب اس تکلیف دہ الزام تراشی کا طوفان بدتمیزی اپنی حدوں کو پھلانگنے لگا تو باوجودیکہ آپؐ کو حضرت عائشہؓ کے پاکیزہ کردار پر مکمل اعتماد تھا مگر کمال عدل اور دوراندیشی سے اس بارہ میں گھریلو سطح پر اپنی تسلّی کی کوشش کی اور پھر نہایت خاموشی اور صبر سے آنے والے وقت کا انتظار کیا۔

اس دوران آپؐ نے امّ المومنین حضرت زینبؓ اور اپنے قریب ترین افراد خانہ حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ سے مشاورت کے بعد بغرض اطمینان حضرت عائشہؓ کے بارہ میں ان کی خادمہ بریرہؓ سے رائے لی تو انہوں نے بھی ان کی صفائی پیش کرتے ہوئے اور براءت کا اظہار کیا۔ مگر وحی میں تاخیر باعث پریشانی تھی۔ رسولؐ اللہ نے حکمت کے تقاضا اور وقت کی ضرورت کا خیال کرتے ہوئے تکلیف میں مبتلا اپنے اصحاب پر کم ازکم یہ ظاہر کرنے کا فیصلہ فرمایا کہ یہ سب عبداللہ بن ابی کی سازش ہے اور اس کے معاملہ میں مسلمانوں کو محتاط ہونا چاہئے۔ چنانچہ آپؐ نے صحابہ کو جمع کرکے حقیقت حال سے متعلق نہایت مختصر اور جامع خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس شخص (عبداللہ بن ابی) کو لگام دینے کے بارہ میں کون میرا عذر قبول کرے گا جس نے میری اہلیہ کے بارہ میں مجھے اذیت پہنچائی ہے۔ جہاں تک میرے اہل کا تعلق ہے ان کے بارہ میں سوائے خیر و بھلائی کے کچھ ثابت نہیں ہوا۔ اور جس شخص صفوان کے بارہ میں الزام لگایا گیا ہے اس کے بارے میں بھی سوائے خیر و بھلائی کے کچھ نہیں وہ ہمارے گھر میری موجودگی کے سوا کبھی آیا تک نہیں۔ رسولؐ اللہ کا یہ اظہار ایسا مؤثر تھا کہ اسے سن کر سردار اوس حضرت سعدؓ نے طبعی جوش سے فتنہ کے بانی عبداللہ بن ابی کے قتل کی اجازت چاہی تو اس کے قبیلہ خزرج کے سردار نے قبائلی عصبیت سے مشتعل ہوکر جواب دیا تم اسے قتل نہیں کرسکتے قریب تھا کہ دونوں قبائل کی قدیم عداوت کی چنگاری پھر بھڑک اُٹھے۔

رسولؐ اللہ نے کمال حکمت سے اس صورتحال کو احسن رنگ میں سنبھالا مگر پھر بھی اس موقع پر قطعی بات کے ظاہر ہونے تک کسی کارروائی سے گریز کیا۔ اگرچہ اس کے نتیجہ میں مخلص مومنوں کو اپنے حسن ظن کا یقین ہوگیا اور کمزور طبع بدظنی کرنے والے بھی رسولؐ اللہ کے اظہار براءت کے بعد طبعًا کچھ محتاط ہوگئے۔ ایک ماہ گزر جانے کے بعد رسولؐ اللہ نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ الزام محض جھوٹا ہے کمال عدل کے تقاضے پورے کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ سے جو معاملہ کیا وہ آپؐ کے تقویٰ کی اعلیٰ شان کو ظاہر کرتا ہے۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے پہلی اور آخری دفعہ کھول کر یہ اظہار فرمایا کہ اگر تو آپؓ واقعی اس الزام سے بری ہو (جیسا کہ آپ کو یقین تھا) تو اللہ تعالیٰ ضرور تمہاری بریت ظاہر فرمائے گا اور اگر کسی غلطی کا ارتکاب ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر توبہ کرنی چاہئے کہ وہی ہے جو بندہ کے اعتراف گناہ اور توبہ کے بعد رجوع رحمت ہوتا ہے۔ یہ بات پاک دامن حضرت عائشہؓ کے لئے پہلے صدمہ سے بڑھ کر تھی مگر وہ بھی رسولؐ اللہ اور حضرت ابو بکرؓ کی تربیت یافتہ تھیں۔ اپنی کم سنی کے باوجود ہوکر ان کا جواب بھی کمال فراست کا آئینہ دار ہے انہوں نے کہا مذکورہ الزام سن سن کر آپ لوگوں کے ذہن میں اتنا جم چکا ہے کہ میرے انکار پر میری بریت کوئی نہیں مانے گا۔ پس میرے لئے حضرت یعقوبؑ کی طرح صبر جمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں اور مجھے یقین ہے کہ میرا رب ضرور میری بریت فرمائے گا۔

اس کے تھوڑی ہی دیر بعد رسولؐ اللہ پر سورۃ نور کی وہ آیات اتریں جن میں حضرت عائشہؓ کی بریت کا ذکر تھا۔ (بخاری کتاب المغازی باب 32)

یوں ایک خطرناک فتنہ کا خاتمہ ہوا اور حکم الٰہی کے مطابق جھوٹی الزام تراشی کرنے والوں کو کوڑوں کی سزا دی گئی۔

ابن کریم

دائیں ہاتھ سے کام کرنے کا سلیقہ

سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ عاجزی اور انکساری کا مجموعہ بنے ہوئے کانپتے ہوئے گھر تشریف لائے اور آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو کیا خوبصورت خراج تحسین پیش کیا کہ خدا آپ کو ضائع نہیں کرے گا کہ آپ معدوم یعنی مٹے ہوئے اخلاق کو دوبارہ دنیا میں قائم فرماتے ہیں۔ (بخاری)

سو اخلاق قائم کرنا دراصل اپنی انفرادی اور قومی بقا کے لئے ضروری ہے فی زمانہ ہم اپنے دائیں بائیں دیکھتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی بیان فرمودہ باتیں اور آپ کی سنت سے قائم نمونوں کو لوگ فراموش کر بیٹھے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے چھوٹی چھوٹی باتوں کو اہمیت دی ہے کیونکہ بلاشبہ ذروں سے ہی ٹیلے بنتے ہیں اور کنکریوں سے ہی پہاڑ۔ ابتدائی بعض باتیں جو بظاہر چھوٹی ہوں ان پر عمل کے نتیجہ میں بڑے کاموں کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم سے اخذ کرکے فرمایا کہ داہنا ہاتھ مبارک ہوتا ہے۔ داہنے ہاتھ سے کام کی طرف اپنے عمل سے رغبت دی ہے اور موقعہ بہ موقعہ یہ عمل کروایا۔ جیسا کہ بڑا معروف واقعہ ہمیں روایات میں ملتا ہے کہ کھانے کے دسترخوان پر ایک بچہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا تو آپ نے اسے روکا اور فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ ایک اور بڑا مشہور واقعہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھے شدت کی بھوک لگی ہوئی تھی حضرت رسول اللہ ﷺ مجھے ساتھ لے گئے کہیں سے دودھ کا پیالہ آیا تو آپؐ نے دائیں طرف سے شروع کروایا اس عمل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے وہ پیالہ سبھی کے لئے کافی ہوگیا خدا نے برکت عطا فرمادی۔

یہ بات خاص طور پر مجھے اس لئے یاد آئی کہ میں ایک دن بارش ختم ہوتے ہی دفتر الفضل سے نکلا وہاں روکوں کی وجہ سے میں نے بائیسکل سے نیچے پاؤں لگایا بارش کی وجہ سے کیچڑ بھی تھا اور روکیں بھی تھیں تاہم اسی حالت میں گیٹ پر بعض رکھی ہوئی اشیاء پکڑتے ہوئے انجانے میں میں نے کارکن کی طرف بایاں ہاتھ کردیا اس نوجوان نے جو گیٹ پر ڈیوٹی دے رہا تھا ہاتھ کھینچ لیا اور بڑی جرأت سے کہا دایاں ہاتھ۔ میرے تو حیرانی اور خوشی سے ہوش اڑ گئے کہ نظام جماعت اور خلافت کی برکت سے ہم میں مذہبی لحاظ سے اور علمی لحاظ سے کتنی بیداری ہے کہ ہمارا ایک سیکیورٹی گارڈ بھی بڑی جرأت اور طمطراق سے ایک دینی بات کو سلیقے اور ڈھنگ سے پہنچانا جانتا ہے اور اس نوجوان نے جب تک میرا دایاں ہاتھ آگے نہ بڑھا

اس وقت تک اشیاء نہ دیں اور پھر بات کو کچھ اس طرح آگے بڑھایا کہ یہ خلق ہمارے گھر اس طرح آیا کہ میری امی جان وقف جدید میں ہومیو پیتھک دوائی کے لئے جایا کرتی تھیں ان دنوں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع) ادویات دیا کرتے تھے میری امی بتاتی ہیں کہ حضور نے میرے لئے دوا بنوائی اور میری طرف بڑھائی میں نے دوائی کے لئے اپنا بایاں ہاتھ بڑھا دیا حضور نے دوائی پیچھے کھینچ لی دوسری دفعہ پھر میں نے بایاں ہاتھ بڑھایا آپ نے دوائی پھر پیچھے کر لی اور مجھے نہ دی تیسری دفعہ پھر یہی ہوا کہ میں نے بایاں ہاتھ آگے کیا اور حضور نے دوائی مجھے نہ دی بلکہ پیچھے کر لی جب تین دفعہ یوں ہوا تو معاً مجھے غلطی کا احساس ہوا تو چوتھی بار میں نے دایاں ہاتھ آگے بڑھایا تو آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ اب تم سیدھی ہوئی ہو اور دوائی عنایت فرمادی۔

انہوں نے بتایا اس وقت سے ہمارے گھر میں ہماری والدہ محترمہ کے ذریعے ہر چھوٹے بڑے کو داہنے ہاتھ سے چیز لینے اور دینے کی عادت پڑی ہوئی ہے اور ہم بھی نسل در نسل اس عادت کو اپناتے چلے جاتے ہیں اور گھر سے باہر بھی جہاں تک ممکن ہو اس خلق کی ترویج کے لئے کوشاں ہیں۔

مجھے یاد ہے جب ہم جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے تو ہمارے سبھی اساتذہ ہی اس بات کا اہتمام کرتے تھے مگر ایک استاد صاحب خصوصاً اس سلسلہ میں بہت توجہ دیتے تھے۔ مجھے یاد ہے قلم پکڑتے پکڑاتے کتاب لیتے دیتے غرضیکہ چھوٹے سے چھوٹے مواقع پر بھی وہ قدرے سختی سے ٹوکتے آپ کی نگرانی اور توجہ کی برکت سے پھر یہ عادت زندگی کا جزو بنتی چلی گئی سوائے اس کے کہ کبھی انجانے میں ایسا یا بامر مجبوری اس طرح ہو جائے یہ خلق اپنی پوری آب و تاب سے چمک دکھلاتا جارہا ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ بھی ہمارے دینی ماحول کی برکت ہے۔ میں نے اکثر سفروں کے دوران یہ بات نوٹ کی ہے کہ بعض لوگ تو دائیں بائیں کے فرق سے بالکل عاری ہو چکے ہیں۔ خدا کے رسولؐ نے ہمیں بہت واضح طور پر تعلیم دی ہے کہ اچھے کام دائیں ہاتھ سے کریں اور دوسری حوائج بائیں سے۔ بہت سادہ اور آسان پیرایہ یوں بن جاتا ہے وضو کرتے ہوئے دائیں ہاتھ سے منہ میں پانی ڈالیں اور ناک میں پانی بائیں ہاتھ سے ڈالیں۔ دراصل یہ پریکٹس کروائی گئی ہے حقیقت میں لیفٹ رائٹ کی اصطلاح ہمارے مذہب کی دین ہے مگر میں نے دیکھا بعض لوگ دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرتے ہیں اور مصافحے کے لئے پھر ہاتھ آگے بڑھا دیتے ہیں ان بظاہر چھوٹے مگر نتیجہ کے لحاظ سے بڑے پہلوؤں کو بھی نظرانداز نہیں کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہم کو دینی تعلیمات پر ہر لحاظ سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

مکرم پروفیسر محمد خالد گورایہ صاحب

اساتذہ اور مؤثر تدریس

تدریس اس وقت مؤثر ہوگی جب بچوں کے لیول پر آکر پڑھایا جائے گا

تعلیمی اداروں کے ماحول میں بعض اساتذہ کی تدریس سے بچے نہ صرف لطف اندوز ہوتے ہیں بلکہ اُن کی سمجھ میں پڑھائے گئے اسباق جلد ذہن نشین ہوجاتے ہیں۔ تدریس کو موثر بنانے کا بنیادی گُر تو یہ ہے کہ اساتذہ سب سے پہلے اِس بات کو سامنے رکھیں کہ تدریس کس لیول کے بچوں کو کی جارہی ہے۔ پری پرائمری، پرائمری، سیکنڈری یا کالج اور یونیورسٹی کے طلبا کو پڑھایا جارہا ہے۔ ہر لحاظ سے تدریس اُسی وقت موثر ہوگی جب بچوں کے لیول پر آکر پڑھایا جائے گا۔

تدریس سیکھنے اور سکھانے کے عمل کو کہتے ہیں، بچے سیکھنے کے لئے تعلیمی اداروں میں بھجوائے جاتے ہیں اور اساتذہ انہیں سکھاتے پڑھاتے ہیں۔ والدین کے بعد اساتذہ بچوں کی جسمانی، اخلاقی، معاشرتی اور جذباتی نشوونما کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ تدریس طلبا کی زندگی بنانے اور سنوارنے میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تدریس اصل میں ایک دل سے نکلی ہوئی بات دوسرے دل پر اثر انداز ہونے کا نام ہے۔ مؤثر تدریس کے لئے ضروری ہے کہ یہ پلاننگ منصوبہ بندی اور منظّم طریقہ سے کی جائے اور استاد کی ذات اور اس کا کردار اس میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے لئے خاکسار نے اپنے ایک الگ مضمون میں سیر حاصل بحث کی ہے کہ ایک اچھے استاد کو کیا کرنا چاہئے۔

کیا استاد lesson planing, Teaching method اور سبق کو بچوں کے ذہن نشین کروانے کے لئے جن teaching aids کی ضرورت ہے، وہ اسے استعمال کر رہا ہے یا نہیں۔ یقیناً تدریس ایک فن ہے اور مؤثر تدریس وہی شخص کرسکتا ہے جو اِس فن سے آگاہ ہو۔

اگر تدریس موثر ہوگی تب ہی مطلوبہ مقاصد حاصل ہوسکتے ہیں۔ مؤثر تدریس کا انحصار درج ذیل تین بنیادی عناصر پر ہے۔

1۔ طالب علم۔ 2۔ استاد۔ 3۔ سیکھنے اور سکھانے کا عمل

مؤثر تدریس ایک ایسا وسیلہ ہے جو افراد کو ماحول میں مطابقت پیدا کرنے میں ممد ثابت ہوتا ہے۔ تدریس کا تعلق تین چیزوں سے ہے۔

1۔استاد۔2۔طلباء۔3۔نفس مضمون

اور ان تینوں میں خوشگوار رابطے کا نام تدریس ہے۔

مؤثر تدریس کے اصول

1۔تدریس وقت اور زمانے سے ہم آہنگ ہو۔

2۔تدریس کا تعلق زندگی سے ہو۔

3۔طلبہ سے ہم آہنگ ہو۔

4۔ تدریسی مواد طلبا کے مختلف انداز میں نشوونما کا حامل ہو۔

5۔تدریس طلبہ اور اُستاد کے اشتراک کی حامل ہو۔

6۔طلبہ کی سابقہ معلومات سے مربوط ہو۔

مؤثر تدریس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ استاد طلبا کو Motivate کرے۔ Motivation کے عمل سے خاکسار نے اپنی ساری زندگی میں بہت لطف اٹھایا ہے، پرنسپل کی حیثیت سے خاکسار نے 33 برس کام کیا ہے اس حیثیت میں خاکسار نے نہ صرف اساتذہ اور والدین کو بلا بلا کر بچوں کی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو اُجاگر کرنے کے گُر بتائے بلکہ خاکسار پورے یقین سے کہہ سکتا ہے کہ سینکڑوں طلبا اور اساتذہ کو جب بھی کوئی task اور ٹارگٹ دیا اور انہیں یہ باور کروایا کہ یہ کام آپ کرسکتے ہیں، کوئی بات ناممکن نہیں اور جب چیلنج قبول کرنے کے لئے اساتذہ اور طلباء کو آواز دی، ساری زندگی کبھی کسی نے مایوس نہیں کیا اور اس سے اتنے شاندار نتائج برآمد ہوئے کہ ایسے طلباء اور اساتذہ جن سے بعض لوگوں کو اچھے نتائج کی توقع نہ تھی، انہوں نے بھی مثالی کارکردگی کا مظاہرہ کیا اور آج اُن کی اولادیں اس کا شیریں پھل کھارہی ہیں اور خاکسار کے دل سے بھی اُن سب کے لئے دعا نکلتی ہے۔ خدا کرے کہ یہ عزت و احترام اور دردمندانہ دلوں سے دعاؤں کی قبولیت کا سلسلہ جاری وساری رہے۔ سیکھنے والے اور سکھانے والے اپنی زندگیوں کو اسی طرح ڈھالتے چلے جائیں۔ آمین

سبق میں آمادگی پیدا کرنا اور مختلف قسم کی ترغیبات سے سبق میں دلچسپی کو برقرار رکھنا اور مزید جاننے کی خواہش پیدا کرنا اور اُس کے لئے طلباء کا اشتراک اور تعاون نہ صرف تدریس کو مؤثر بناتا ہے بلکہ اس سے طلبا کی تخلیقی قوتوں کو بھی فروغ حاصل ہوتا ہے۔

مؤثر تدریس کے ذریعہ طلبا میں آموزش اور کام کرنے کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، تحریک پیدا کرنا، ذہنی پختگی اور اعتماد کو بحال کیا جاتا ہے۔

مؤثر تدریس کے لئے سبق کی منصوبہ بندی، مواد کی ترتیب، سابقہ معلومات کا جائزہ، سبق کو سمعی و بصری معاونت سے دلچسپ بنانا، اعادہ و مشق۔ انفرادی توجہ، منطقی اور نفسیاتی تدابیر مثلاً معلوم سے نامعلوم۔ آسان سے مشکل سادہ سے پیچیدہ۔ خاص سے عام۔ واضح سے غیر واضح۔ کل سے جزو اور جزو سے کل کی طرف جانا ہوتا ہے۔

جہاں تک تدریس کو غیر موثر بنانے والے عوامل کا تعلق ہے، اس میں بھی مرکزی کردار استاد اور طلباء کا ہوتا ہے۔ یہ استاد کی ذمہ داری ہے کہ تدریس کے لئے سازگار ماحول بنائے، اگر ماحول تدریس کے لئے سازگار نہیں ہے تو تدریس نہ کی جائے۔

مثال کے طور پر اگر طلباء پڑھائی میں دلچسپی نہیں لے رہے نہ وہ پڑھنے کے لئے آمادہ ہیں نہ ان کی توجہ سبق کی طرف مرکوز ہو رہی ہے، بعض اوقات استاد کی شخصیت بھی تدریس کو غیر مؤثر بنا دیتی ہے۔ ایسا استاد جو نہ تیاری کر کے آئے نہ بچوں میں آمادگی، دلچسپی اور توجہ پیدا کر سکے اور مجبوری کے تحت اس پیشے سے منسلک ہو گیا ہو، ایسی تدریس جو محرکات اور ترغیبات کی حامل نہ ہو، جہاں کلاس روم کا ماحول بھی اچھا نہ ہو اور طلبا کے آپس کے تعلقات بھی خوشگوار نہ ہوں جس سبق میں تدریس کے بنیادی اُصولوں مثلاً اعادہ اور مشق نہ ہو، عملی تجربات کی حامل نہ ہو اور جو تدریس بامقصد نہ ہو۔ جہاں آزادانہ ماحول نہ ہو۔ گھٹن اور گھبراہٹ کا پہلو ہو، استاد کا رویہ جابرانہ ہو، جہاں ہوم ورک نہ دیا جائے، نہ مارک ہو نہ tests ہوں نہ امتحانات۔ جہاں مسابقت کی روح پیدا نہ کی جاسکے جہاں حوصلہ افزائی نہ ہو۔ وہ تدریس یقیناً مؤثر نہیں ہوگی۔ اس لئے درج بالا عوامل کو مدِنظر رکھ کر ہی تدریس کی جانی چاہئے۔

مؤثر تدریس کے لئے استاد کے لئے بھی ضروری ہے کہ اسے اپنے پیشے سے لگاؤ ہو، استاد کو تدریس کی عظمت کا احساس ہو، اپنے پیشہ کی اہمیت کو جانتا ہو۔ اسے اپنے مضمون پر عبور حاصل ہو۔ دوران تدریس صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنے والا ہو۔ طلباء کے لئے مساوی سہولیات بھی مہیا کرے اور طریقہ ہائے تدریس سے بھی بخوبی آگاہ ہو۔ یہ ایک مقدس عمل ہے جس کے اثرات پوری قوم و نسل پر پڑتے ہیں۔

ایک ماہر تعلیم کا کہنا ہے کہ ”دنیا کی تمام کانوں کے سونے سے بھی اگر استاد کی قدر و قیمت کا وزن کیا جائے تو بھی ناکافی ہے جو بچوں کی روحوں کو حقیقی عظمت اور زندگی کے وقار سے ہمکنار کرتا ہے“۔

مکرم شیخ منیر احمد ظفر صاحب یو۔کے

سابق صدر قضاء بورڈ انگلستان

مکرم شیخ مبارک احمد صاحب کا انتقال

افسوس کے ساتھ تحریر ہے کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے قدیم بزرگ خادم، مکرم شیخ مبارک احمد صاحب بی اے (سابق نیشنل صدر قضاء بورڈ UK) انگلستان کے شہر ساؤتھ ہیمپٹن میں چند یوم صاحب فراش رہنے کے بعد مورخہ 10 جولائی 2011ء کو بعد نماز فجر پانچ بجے اپنے گھر بیت الحمد میں 90 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔مرحوم خدا کے فضل سے موصی تھے اور آپ کو قادیان، ربوہ اور انگلستان میں مختلف حیثیتوں سے نمایاں خدمت کی توفیق ملی۔ آپ اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری خلیفۃ المسیح الثانی، نائب ناظر تعلیم، رکن عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ، صدر جماعت ساؤتھ ہیمپٹن، نیشنل سیکرٹری امور عامہ و شعبہ رشتہ ناطہ نیز نیشنل صدر، قضا بورڈ انگلستان کے طور پر اخلاص و وفا کے ساتھ خدمات بجالاتے رہے۔

مورخہ 15 جولاء 2011ء کو سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت بعد نماز جمعۃ المبارک بیت الفتوح مورڈن لندن میں مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی۔قبل ازیں، سیدنا حضور انور نے اپنے ارشاد فرمودہ خطبہ جمعہ میں مرحوم خادم سلسلہ کا قابل صد رشک الفاظ میں ذکر خیر فرمایا۔ بعدۂ مورڈن کے مرٹن قبرستان کے قطعہ موصیاں میں تدفین کے بعد مکرم رفیق احمد حیات صاحب امیر جماعت انگلستان نے دعا کروائی۔

مرحوم شیخ مبارک احمد صاحب سلسلہ کے قدیم بزرگ حضرت الحاج خان صاحب، مولوی فرزند علی صاحب سابق ناظر امور عامہ، ناظر بیت مال و سابق امام بیت الفضل لندن کے بیٹے، حضرت الحاج حکیم ماسٹر عمر الدین صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کے پوتے اور حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب قادیانی رفیق حضرت اقدس کے نواسے تھے۔ آپ 1921ء میں فیروز پور میں پیدا ہوئے۔کالج کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد تقسیم ہند سے قبل دہلی میں سرکاری ملازم تھے کہ مرکز کی آواز سنی کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان خود کو خدمت کے لئے پیش کریں تو آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور قادیان حاضر ہوگئے۔ اس طرح پہلے قادیان میں اور پھر قیام پاکستان کے بعد ربوہ میں خدمت کی توفیق پائی اور بحیثیت اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی، سالہا سال کام کرنے کے علاوہ نائب ناظر تعلیم بھی رہے اور جماعت کی ذیلی تنظیموں میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ پھر تعلیمی مقاصد کے لئے 1960ء میں انگلستان تشریف لے گئے۔ وہاں پہلے میلروز روڈ پر قیام کیا پھر ساؤتھ ہیمپٹن شفٹ ہو گئے۔ وہاں بفضل اللہ تعالیٰ اپنا مکان تعمیر کروایا تو قادیان کی بابرکت مٹی منگوا کر اس پر حضرت الثالث سے دعا کروائی اور زیر تعمیر مکان کی بنیادوں میں تبرکاً پھیلا دی اس مکان کا نام بیت الحمد رکھا۔ انگلستان میں اپنے اکاون سالہ قیام کے دوران، آپ کو نہ صرف مقامی جماعت کے صدر کے طور پر بلکہ خدا کے فضل سے نیشنل قومی عاملہ کے رکن کے طور پر بھی مختلف شعبوں کے انتظامی امور کو بہتر سے بہتر بنانے کی سعی کرتے رہے۔ گزشتہ دسمبر میں آپ کی اہلیہ محترمہ سعیدہ اختر صاحب وفات پا گئیں تو اس صدمہ کا آپ کی طبیعت پر گہرا اثر تھا۔ وفات سے آٹھ دس دن قبل پاکستان سے اپنی چھوٹی ہمشیرہ محترمہ منصورہ شریف صاحبہ، صدر لجنہ راولپنڈی شہر کو اپنے پاس بلا لیا تھا۔ اس طرح ہمشیرہ محترمہ کو اپنے داعی الی اللہ خادم سلسلہ پیارے بھائی کی آخری خدمت کرنے کی بفضل اللہ تعالیٰ توفیق ملی۔ ان کے بھائی جان اور بھابی جان دونوں کو قبریں، قطعہ موصیان میں باہم ایک ساتھ ہیں۔

مرحوم کے پسماندگان میں ہمشیرہ محترمہ منصورہ شریف صاحبہ کے علاوہ چار بیٹیاں، محترمہ امۃ السلام صاحبہ، محترمہ امۃ الہادی صاحبہ، محترمہ امۃ الجمیل صاحبہ اور محترمہ امۃ المتین صاحبہ اور دو بیٹوں شیخ باسط احمد صاحب اور محمود احمد صاحب کے علاوہ داماد عزیز مکرم اسد ملک صاحب اور عزیزم عبدالخالق صاحب بنگالی شامل ہیں۔ بڑے بیٹے کے حوالہ سے یہاں یہ ذکر ضرور کر دینا چاہئے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی معرکۃ الآراء کتاب (Revelation and Rationality) کے صفحہ نمبر گیارہ پر جن دس خوش نصیب افراد، خدام سلسلہ کے نام درج ہیں ان میں آٹھویں نمبر پر باسط احمد، لندن مکرم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم ہی کے فرزند ارجمند ہیں۔ فہرست میں شامل احباب نے اس عظیم و ضخیم کتاب کو اشاعت کے نازک مراحل سے گزارنے میں دن رات انتھک محنت سے کام کیا۔ الحمد للہ۔ یہ حوالہ اور یہ خاص اعزاز مرحوم کی اگلی نسل کے لئے ایک شناخت پہچان کا ماخذ شمار ہوگا۔ انشاء اللہ

محترم شیخ مبارک احمد صاحب گہرے علمی ذوق شوق کے ساتھ تحقیق و تجسس کی حامل برٹش میوزیم لائبریری میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ لندن کے ہیتھرو ایئرپورٹ پر امیگریشن آفیسر کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔

آپ کم گو کم آمیز اور خاموش طبع، کام سے کام رکھنے والی سنجیدہ، قد آور، پُرکشش، باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ مرکز سے آنے والے مہمانوں، دوستوں کو اپنے گھر لے جا کر دعوت کرتے اور حسب توفیق تحفہ بھی پیش کر کے خوشی محسوس کرتے۔ بہت مہمان نواز اور سچی ہمدردی کے بے لوث جذبہ خدمت سے سرشار ہو کر اپنوں اور محتاجوں کی مدد اور راہنمائی کرتے۔ مرحوم ایک مثالی داعی الی اللہ اور خادم احمدیت و انسانیت تھے۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور اپنی رضا کی جنت میں بلندی درجات عطا کرے اور غمزدہ لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس قدیم خادم سلسلہ خاندان کی ہر نئی نسل کو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے روحانی ورثہ کی حفاظت کی توفیق دے۔ آمین

اطلاعات واعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

تقریب آمین

❁ مکرم احمد طاہر مرزا صاحب انچارج لائبریری جامعہ احمدیہ سینئر سیکشن تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بیٹے نور مفیض احمد نے بعمر سات سال قرآن کریم کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے۔ عزیزم کو قرآن کریم بچے کی والدہ مکرمہ نصرت صدیقہ صاحبہ نے پڑھایا ہے۔ 24 جولائی 2011ء کو تقریب آمین منعقد ہوئی۔ جس سے عزیزم سے بعض حصص قرآن کریم کے سنے گئے۔ بچہ مکرم حاجی مرزا بشیر احمد صاحب مرحوم آف بدوملہی کا پوتا اور مکرم ملک احسان اللہ صاحب سابق مربی مشرقی و مغربی افریقہ کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز کو نور القرآن عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

❁ مکرم میجر (ر) سعید احمد صاحب دارالرحمت غربی ربوہ اطلاع دیتے ہیں۔

میرے بڑے بھائی مکرم چوہدری نسیم احمد صاحب ابن مکرم چوہدری محمد بوٹا صاحب آجکل شدید علالت کی وجہ سے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں داخل اور زیر علاج ہیں۔ کامل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

❁ مکرم سید اکبر علی شاہ صاحب دارالفتوح غربی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی پوتی سارہ بنت مکرم سید انور احمد شاہ صاحب دارالفتوح ربوہ کا مورخہ 9/اگست 2011ء کو ریڑھ کی ہڈی کا آپریشن متوقع ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ بچی کا آپریشن کامیاب ہو اور اللہ تعالیٰ ہر پیچیدگی سے محفوظ رکھے۔ آمین

سانحہ ارتحال

❁ مکرم رانا فرید احمد صاحب سابق ڈسپنسر ٹی آئی کالج ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میرے چچا مکرم رانا رفیق احمد صاحب ولد مکرم رانا میاں سعید احمد صاحب بعمر 68 سال مورخہ 29 جولائی 2011ء کو وفات پا گئے۔ مرحوم کا آبائی تعلق تلونڈی کھجور والی ضلع گوجرانوالہ سے تھا۔ 1967ء میں ربوہ آ کر ''رفیق سائیکل ورکس'' کے نام سے کاروبار کرتے رہے۔ وفات سے ایک دن قبل تک دکان پر کام کیا۔ جمعہ کو غسل وغیرہ کر کے جمعہ پڑھا۔ شام کو خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ مرحوم بڑے خوددار، قناعت پسند مگر غریب پرور اور خوش طبع تھے۔ مرحوم نے ساری عمر شادی نہ کی۔ لاولد تھے مگر بھائیوں بہنوں کی اولادوں سے پیار کرتے اور ان کا خیال رکھتے تھے۔ باب الابواب میں میرے ہاں آئے ہوئے تھے کہ یہیں وفات پائی۔ مورخہ 30 جولائی کو بعد نماز فجر بیت الذکر میں مکرم فاتح احمد صاحب بسرا استاذ جامعہ احمدیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور عام قبرستان میں تدفین کے بعد دعا کرائی۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

☆......☆......☆

خبریں

ایل پی جی کی قیمت میں اضافہ رمضان المبارک کے مقدس ماہ میں غریب عوام پر مہنگائی کے بم گرائے جانے کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔ ایل پی جی کی قیمتوں میں 9 روپے فی کلو اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے گھریلو سلنڈر کی قیمت میں 108 اور کمرشل سلنڈر کی قیمت میں 432 روپے اضافہ ہوگیا ہے۔

کراچی میں فوج طلب کرنے اور اے پی سی بلانے کا فیصلہ سندھ حکومت کرے گی وزیراعظم یوسف رضا گیلانی نے کہا ہے کہ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین ہمارے حلیف ہیں اور بیشتر حکومتی پالیسیوں سے اتفاق کرتے ہیں۔ کراچی کے حالات کی بہتری کیلئے فوج طلب کرنے یا آل پارٹیز کانفرنس بلانے کا فیصلہ سندھ حکومت کرے گی۔

لیبیا پر نیٹو کی فضائی بمباری لیبیا پر نیٹو نے فضائی بمباری کی جس کے نتیجہ میں معمر قذافی کے بیٹے سمیت 33/افراد ہلاک ہو گئے۔ فوج نے معمر قذافی کے بیٹے کی ہلاکت کی تصدیق کردی۔

☆......☆......☆

مکان برائے فروخت

مکان نمبر 22/4 واقع طاہر آباد غربی گلی نمبر 3 پانچ مرلہ برائے فروخت ہے۔

رابطہ: 0334-6373780

ستار جیولرز

سونے کے زیورات کا مرکز

حسین مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ

طالب دعا: تنویر احمد 047-6211524 0336-7060580

لاہور کے تمام علاقوں ڈیفنس ویلنشیا اور جوہر ٹاؤن وغیرہ میں کوٹھیوں اور پلاٹس کی خرید وفروخت کا بااعتماد ادارہ

عمر اسٹیٹ

فون: 0425301549-50-042-8490083

موبائل: 042-5418406-7448406-0300-9488447

ای میل: umerestate@hotmail.com

452.G4 مین بولیوارڈ، جوہر ٹاؤن II لاہور

طالب دعا: چوہدری اکبر علی

ربوہ میں سحر وافطار 8۔اگست

انتہائے سحر	3:57
طلوع آفتاب	5:26
زوال آفتاب	12:14
وقت افطار	7:02

تریاق بواسیر

بادی بواسیر کیلئے

NASIR ناصر

ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ

PH:047-6212434

ہر فرد۔ ہر عمر۔ ہر پیچیدگی کا فطری علاج

الحمید ہومیو کلینک اینڈ سٹور

ہومیو فزیشن ڈاکٹر عبدالحمید صابر ایم۔اے

عمر مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ گلی عامر کلر لیب: 0344-7801578

سیال موبل آئل سنٹر اینڈ سپیئر پارٹس

ورکشاپ کی سہولت۔ گاڑی کرایہ پر لینے کی سہولت

نزد پھاٹک اقصیٰ روڈ ربوہ

عزیز اللہ سیال

047-6214971

0301-7967126

سمیع سٹیل ٹریڈرز

مینوفیکچرز اینڈ جنرل آرڈر سپلائرز

اعلیٰ قسم کے لوہے کی چوکھاٹ کا مرکز

ڈیلرز: G.P_C.R.C_H.R.C شیٹ اینڈ کوائل

طالب دعا: میاں عبدالسمیع، میاں عمر سمیع، میاں سلمان سمیع

81-A سٹیل شیٹ مارکیٹ لنڈا بازار لاہور

Mob:0300-8469946-0302-8469946

TeL:042-7668500-7635082

Hoovers World Wide Express

کوریئر اینڈ کارگو سروس کی جانب سے ریٹس میں حیرت انگیز حد تک کمی دنیا بھر میں سامان بھجوانے کیلئے رابطہ کریں

جلسوں اور عیدین کے موقع پر خصوصی رعایتی پیکجز

یورپ کے کسی بھی ملک میں اپنے پیاروں کو 5Kg یا 10Kg آموں کا گفٹ پیک بھجوانے کیلئے رابطہ کریں۔

بلال احمد انصاری، سفیان احمد انصاری

0345-4866677

0333-6708024

042-5054243

7418584

بیسمنٹ 25۔ قیوم پلازہ ملتان روڈ چوبرجی لاہور

نزد احمد فیبر کس

FR-10